مَن يُرِدِ اللّهُ بِهِ خَيراً يُفَقِّههُ فِي الدِّينِ

www.ahlulathar.net

اللہ کے رسول ﷺ کا فرمان ہے: مَن يُرِدِ اللّهُ بِهِ خَيراً يُفَقِّههُ فِي الدِّينِ

یعنی: اللہ جس کے لئے خیر چاہتا ہے اسے دین میں سمجھ عطا کرتا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اللہ نے جس کو دین کی فہم اور سمجھ عطا کی ہے اس کے لئے خیر چاہتا ہے۔ اس کا مفہوم اس چیز پر (بھی) دلالت کرتا ہے (یعنی مفہوم مخالف یہ ہے) کہ اللہ جس کو دین کی فہم اور سمجھ عطا نہیں کرتا ہے اس کے لئے خیر نہیں چاہتا۔ یہ دلیل ہے اللہ عزوجل کے دین میں فہم اور سمجھ حاصل کرنے کی فضیلت میں اور اسی میں اللہ کے دین کی سمجھ حاصل کرنے (یعنی طلبِ علم) سے اعراض کرنے کی مذمت ہے۔

اللہ کے دین کی (فقہ) فہم و سمجھ حاصل کرنے کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم جو واجب ہے ہر مسلمان پر، چاہے وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، امیر ہو یا فقیر، بادشاہ ہو یا رعایا، ہر مسلمان پر یہ واجب ہے کہ وہ اس قسم کی فقہ کی سمجھ حاصل کرے اور کسی کے لئے بھی اس میں جاہل رہنے کی گنجائش نہیں ہے۔ یہ اس لئے کہ اس سے وہ دین پر قائم رہتا ہے جیسے عقیدے کے معاملے کو جاننا، نماز کے احکام، زکاۃ کے احکام، روزے کے احکام، حج اور عمرے کے احکام: اور یہ اسلام کے پانچ ارکان ہیں، اور کسی کے لئے اس میں گنجائش نہیں کہ وہ ان ارکانِ اسلام کے احکام میں جاہل رہے کیونکہ ہر مسلمان اس کا مکلف ہے۔ اور یہ وہ فقہ ہے جو واجب ہے عینی طور پر ہر مسلمان پر جن میں جہالت کسی کے لئے عذر نہیں ہے۔

دوسری قسم وہ (فقہ) ہے جو واجب (یا فرض) کفایہ ہے۔ اگر بعض لوگ (اتنی تعداد میں) اسے حاصل کر لیں جو کافی ہوں تو باقی لوگوں پر سے (اسے نہ حاصل کرنے پر) گناہ ساقط ہو جاتا ہے اور ان کے حق میں اسے حاصل کرنا سنت (مستحب) ہو جاتا

ہے، کیونکہ مقصد یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس قسم کی فقہ کی حاجت ہے، تو جب بعض لوگ کھڑے ہوتے ہیں اس کو حاصل کرنے کے لئے جو کافی ہوں تو مقصد حاصل ہو جاتا ہے اور واجب ادا ہو جاتا ہے، اور باقی لوگوں کے حق میں اب یہ سنت ہو جاتا ہے اور یہ (علم حاصل کرنا) افضل ترین عبادتوں میں سے ہے۔

اور اس (دوسری قسم) کی مثال معاملات کے احکام، میراث کے احکام، نکاح اور طلاق کے احکام، جنایات کے احکام، کھانے کے احکام، قضاء کے احکام (غیرہ) ہیں۔ ضروری ہے کہ مسلمانوں میں ایسے لوگ ہوں جو ان معاملے میں دین کی سمجھ حاصل کریں کیونکہ مسلمانوں کو اس کی ضرورت ہے، لیکن یہ علم ہر مسلمان کے لئے انفرادی اور عینی طور پر حاصل کرنا واجب نہیں لیکن جو اسے کر سکتا ہے اور وہ اس کی اہلیت (اور استطاعت) بھی رکھتا ہے تو اس کے حق میں اسے حاصل کرنے کی تاکید ہے۔

فقہ کی بھی دو قسمیں ہیں

۱) عقیدے کا فقہ (یعنی عقیدے کے مسائل کی فہم اور سمجھ حاصل کرنا): اور اس کو فقہِ اکبر بھی کہا جاتا ہے۔ اور یہ عقیدے کے احکام کی معرفت حاصل کرنا ہے جیسے توحید اور اس کی قسمیں، شرکِ اکبر اور اصغر اور ہر اس چیز کی معرفت حاصل کرنا ہے جس کا تعلق عقیدے سے ہے۔

اس کے علاوہ جو فقہ ہے جیسے عبادات اور معاملات وغیرہ میں تو اسے عام فقہ کہا جاتا ہے۔

پہلی قسم (یعنی عقیدے کا فقہ) کے لئے خاص عقیدے اور توحید کی کتابیں ہیں۔ جہاں تک دوسری قسم (یعنی عام فقہ) ہے تو اس کے لئے خاص فقہی کتابیں ہیں جو معروف ہیں، جو طہارت (کے مسائل) اور پانی کے احکام سے شروع ہوتی ہیں اور کتاب الاقرار جو کتاب القضاء (فیصلے) کے آخر میں ہے اس پر ختم ہوتی ہیں۔

فقہ دین میں عظیم مقام رکھتا ہے۔ یہ جائز نہیں کہ اس کے معاملے میں لاپرواہی اور بے رغبتی دیکھائی جائے، کیونکہ بعض لوگ یا بعض نوجوان وقتِ حاضر میں فقہ کے معاملے میں لاپرواہی کرتے ہیں اور اس سے بے رغبتی دیکھاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ: یہ

تو لوگوں کی باتیں ہیں اور یہ کتاب وسنت کے علم سے اور نصوص کا اہتمام کرنے سے اور احادیث کی تخریج وغیرہ سے پھیرتی ہے (یعنی دور کرتی ہے)۔

ایسی باتیں حقیقت میں فقہ کی قدر وقیمت کے بارے میں ان کی جہالت کی وجہ سے ہے۔ فقہ ایک عظیم دولت ہے جس میں لاپرواہی کرنا جائز نہیں بلکہ اس سے فائدہ اٹھانا واجب ہے۔ تو فقہ کے لئے اس کی پڑھائی کرنا اور اسے سمجھنا ضروری ہے۔

اس کا معنٰی یہ ہرگز نہیں کہ ہم ہر اس چیز کو لے لیں جو اہلِ علم کہتے ہیں بغیر اسے کتاب وسنت پر پیش کئے ہوئے اور بغیر اس کے مصدر اور دلیل کو جانتے ہوئے! اس اہم معاملے میں دو برعکس گروہ ہیں۔ پہلا گروہ فقہ کے معاملے میں لاپرواہی اختیار کرتا ہے اور لوگوں کو اس سے دور کرتا ہے اور اس کو مذموم اوصاف سے موصوف کرتا ہے۔ دوسری قسم ان کی ہے جو فقہ اور تقلید کے معاملے میں غلو کرتے ہیں، اور ائمہ اور علماء کی رائے کے معاملے میں غلو کرتے ہیں اور یہ دونوں چیزیں مذموم ہیں۔ اور بیچ کا راستہ یہ ہے کہ ہم علماء کے ان اقوال کو لے لیں جو دلیل کے موافق ہو، اور اس کی مدد سے اللہ کی کتاب اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی سمجھ وفہم حاصل کریں اور ان اقوال کو چھوڑ دیں جو دلیل کے مخالف ہو، کیونکہ وہ انسان تھے جن سے غلطی اور صحیح دونوں ہوئی۔

اور مجتہد جب اجتہاد کرتا ہے اور صحیح چیز پالیتا ہے تو اسے دو اجر ملتا ہے اور اگر اجتہاد کرتا ہے اور غلطی ہو جاتی ہے تو اسے ایک اجر ملتا ہے۔ اس سے مراد وہ مجتہد ہے جس کے پاس اجتہاد کرنے کی اہلیت اور قابلیت ہے، جس کی وجہ سے وہ اجتہاد کرنے کی استطاعت رکھتا ہے۔ اس کا معنٰی یہ ہے کہ ہم ائمہ کے اجتہادات میں سے وہ چیزیں لے لیتے ہیں جو دلیل کے موافق ہو اور دلیل اس کی تائید کرتی ہو تاکہ ہم کتاب وسنت کے فہم میں اس سے مدد لے سکیں اور جو (اقوال) ہم دلیل کے مخالف دیکھیں اسے چھوڑ دیں کیونکہ رسول اللہ ﷺ ہی (ہمارے لئے بہترین) مثال ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ إِن كُنتُمْ تُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا

(یعنی)۔۔۔پھر اگر کسی چیز میں اختلاف کرو تو اسے لوٹاؤ اللہ کی طرف اور رسول کی طرف اگر تمہیں اللہ تعالیٰ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے۔ یہ بہت بہتر اور باعتبار انجام کے کے بہت اچھا ہے۔(سورہ النساء: ۵۹)

تو ہم فقہ میں لاپرواہی نہیں کرتے اور نہ ہی اسے چھوڑتے ہیں جیسا کہ آج کل نوجوان نسل میں سے بعض اور بعض علم کے دعوے دار جو اپنے آپ کو علماء اور محدثین سمجھ بیٹھے ہیں کر رہے ہیں، کہ انہیں فقہاء کے کلام کی ضرورت نہیں! اور نہ ہی ہم (دوسری طرف) کسی شخص کے قول کے لئے تعصب کرتے ہیں اور نہ ہی اسے دین بنالیتے ہیں۔ تو یہ دونوں گروہ قابل مذمت ہیں۔ لیکن درمیانہ (اور بہترین) راستہ یہ ہے کہ ہم فقہ اور مجتہدین کے اجتہادات کو پڑھتے ہیں، ان کے دلائل اور مصادر کو سمجھتے ہیں پھر ہم ان میں سے وہ قول لیتے ہیں جو دلیل کے موافق ہو۔ اور جو دلیل کے مخالف ہو تو ہم اس کے لئے معذرت خواہ ہوتے ہیں، اور اس پر رحمت (کی دعاء) کرتے ہیں لیکن ہم اسے نہیں لے سکتے جو دلیل کے مخالف ہو، چاہے اسے کہنے والا کوئی بھی اہلِ علم میں سے ہو کیونکہ یہ (سارے اہلِ علم) بغیر دلیل کے اپنی تقلید سے خبردار کرتے تھے۔

مصدر: الإمداد بتيسير شرح الزاد (شرح زاد المستقنع) ص ۱۵-۱۷

از شیخ صالح بن فوزان الفوزان حفظہ اللہ

ترجمہ: ابو مریم اعجاز احمد